بین المذاہب ہم آہنگی ورواداری
حالات حاضرہ واسلامی تعلیمات کی روشنی میں

از
ڈاکٹر مفتی عمران الحق کلیانوی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ القرآن والسنۃ
کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی

دین اسلام جو کہ دین رحمت ہے اور عدل وانصاف کا سب سے بڑا علمبردار ہے اسکے ماننے والے ہمیشہ دنیا کو امن ومحبت سے رہنے کا درس دیتے رہے اور کیوں نہ دیں جبکہ خود قرآن کریم کا ارشاد ہے:

﴿لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلو کم فی الدین ولم یخرجو کم من دیارکم ان تبراواھم وتقسطوالیھم ان اللہ یحب المقسطین﴾[1]

ترجمہ:

یعنی اللہ تبارک وتعالی تم کو منع نہیں کرتے ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں قتال نہ کی ہو اور نہ ہی تم کو تمھاری بستیوں سے نکالا ہو کہ تم ان سے نیکی کا معاملہ کرو اور ان کے ساتھ انصاف سے پیش آو۔ بے شک اللہ تعالی انصاف کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔

درحقیقت دین اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ اور خود مسلمان ہمیشہ سے ہی بین المذاہب رواداری کے قائل رہے ہیں اور قرآن کریم کی روشنی میں اسکوفروغ دیتے چلے آئیں ہیں۔

اس کے ثبوت کے لئے جب ہم قرآن کریم کی تعلیمات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں یہ سبق ملتا ہے۔

﴿ ولا تسبوا الذین یدعون من دون الله فیسبو الله عدواً بغیر علم ﴾[2]

ترجمہ:

اور تم لوگ برا نہ کہوان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا، پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ کو بےادبی سے بدون سمجھے۔"[3]

ان آیات کا نزول حضرت ابوطالب کے مرضِ وفات میں مشرکین عرب اور آنحضرت ﷺ کے ایک طویل مکالمے کے بعد ہوا تھا جس میں مشرکین نے ناراض ہوکر آپ ﷺ سے کہا تھا کہ یا تو آپ ﷺ ہمارے معبودوں (بتوں) کو برا کہنے سے باز آجایئے ورنہ ہم آپ کو بھی گالیاں دیں گے اور اس ذات کو بھی جس کا رسول آپ اپنے آپ کو بتلاتے ہیں۔۔۔اس پر قرآنی حکم یہ نازل ہوا جس کے ذریعے مسلمانوں کو روک دیا گیا کہ وہ مشرکین کے معبودات باطلہ کے متعلق کوئی سخت کلمہ نہ کہا کریں۔[4]، حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ:

"و من هذا القبيل، و هو ترك المصلحة لمفسدة ا رجح منها"۔[5]

ترجمہ:

یعنی اس آیت کریمہ سے ایک اصولی اور ابدی تعلیم یہ ملتی ہے کہ کسی فساد سے بچنے کے لئے کسی مصلحت کا ترک کرنا زیادہ راجح ہے۔

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من

الغی﴾ ٦

ترجمہ:

زبردستی نہیں دین کے معاملے میں بے شک جدا ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے۔ ۷

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

''أی لاتکرهوا أحداً علی الدخول فی دین الاسلام، فانه بین واضح، جلی دلائله و براهینه، لایحتاج الی أن یکره احد علی الدخول فیه''۔ ۸

ترجمہ:

یعنی مجبور نہ کرو کسی کو دین اسلام میں داخل ہونے پر بلاشبہ یہ کھلا اور واضح دین ہے اس کے دلائل و براہین بالکل اجلے ہیں اس مذہب کو اس بات کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ کسی کو زبردستی اس میں داخل کیا جائے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿۔۔۔فاعفوا واصفحوا حتی یأتی الله بامره ان الله علی کل شی قدیر﴾ ۹

ترجمہ:

پس معاف کر دیا کرو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں نیا حکم نازل فرمائے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

سورہ یونس میں آپ ﷺ کو خطاب کر کے ارشاد فرماتے ہیں: ﴿افانت تکره الناس حتی یکونوا مومنین﴾ ۱۰

ترجمہ:

کیا آپ لوگوں پر جبر کر سکتے ہیں کہ وہ سب مومن ہو جائیں۔

سورہ کہف میں فرماتے ہیں ﴿وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر﴾ ۔[11]

ترجمہ:

اے محمد ﷺ آپ کہہ دیجیے کہ حق تو تمھارے پروردگار کی جانب سے یہی ہے جو چاہے ایمان لائے اور جس کا دل چاہے وہ کفر کرے۔

شریعت اسلامیہ کا مقصد یہ ہے کہ لوگ برضا و رغبت اس کے احکام کی تصدیق کریں تاکہ ثواب اور نجات اخروی اس پر مرتب ہو سکے۔ بندہ ایمان اختیاری کا مکلّف ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک وہی ایمان اور اسلام معتبر ہے کہ جو دل سے ہو اجباری اور اخطراری ایمان کا اعتبار نہیں ۔[12]

قرآن کریم کی ان تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے اگر اسلام کی ابتدا اور ارتقاء کا جائزہ لیا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ دین اسلام تو آیا ہی امن و سلامتی پھیلانے کے لئے ہے اور روئے زمین سے ظلم و فساد مٹانا اس کی اولین ترجیح ہے کیونکہ پیغمبر اسلام ﷺ جس بستی میں پیدا ہوئے اور جہاں سے آپ کی نبوت کا آغاز ہوا اس بستی کے لئے تو آپ ﷺ کے ظہور قدسی سے صدیوں پہلے آپ ﷺ کے جد امجد حضرت ابراہیمؑ امن کا گہوارہ بننے کی دعا فرما گئے تھے۔ ﴿رب اجعل هذا البلد آمناً﴾ ۔[13]

ترجمہ:

اے رب اس شہر کو امن کا گہوارہ بنا دے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس شہر کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ وهذا البلد الامين ﴾ [14]

ترجمہ:

قسم اس شہر امن والے کی۔

جب یہ شہر امن کا گہوارہ ہے تو اس کے نبی کا بھی امن سے چولی دامن کا ساتھ ہونا ایک بدیہی امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعثت کے بعد تقریباً تیرہ سال آپ ﷺ کا قیام مکہ مکرمہ میں رہا اس طویل عرصہ میں آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے پیروکاروں پر جو ظالموں نے ظلم ڈھائے وہ کسی سے ڈھکے چھپے نہیں۔ شعب ابی طالب میں محصور کیے گئے، راستہ میں کانٹے بچھائے گئے، سجدہ کی حالت میں اونٹ کی اوجھڑی آپ ﷺ پر ڈال دی گئی، آپ ﷺ کو کاذب، کاھن، شاعر، مجنوں، دیوانہ، بد دین، بے دین، ساحر سب کچھ ہی کہا گیا لیکن آپ ﷺ مع اپنے رفقاء کے صبر کا پیکر بنے رہے اس لئے کہ آپ ﷺ ہرگز بھی اس بلد امین کے امن کا نقض نہیں چاہتے تھے۔

اسی بارے میں حضرت عبداللہ بن جحشؓ کہتے ہیں:

تعدون قتلاً فی الحرام عظیم　　اعظم منه لویری الرشد راشد
صدودکم عما یقول محمد　　وکفر به و الله راءٍ ونشاهد
وواخراجکم من مسجد الله اهله　　لیلا یریٰ فی البیت للهِ ساجد [15]

ترجمہ:

تم لوگ حرمت والے مہینے میں قتل وقتال کو بڑی شے خیال کرتے ہو حالانکہ محمد ﷺ جو ارشاد فرماتے ہیں اس سے روکنا اور ان کے ساتھ کفر کرنا اس سے کہیں بڑھ کر ہے، کاش کوئی سمجھدار ذرا خیال کرے اور اللہ خوب دیکھنے والا اور مشاھدہ کرنے والا ہے، اور تمھارا لوگوں کو اللہ کے گھر سے نکالنا تاکہ اللہ کو سجدہ کرنے والا کوئی نظر نہ آئے یہ بھی شہر حرام میں قتال کرنے سے کہیں بڑھ کر ہے۔

تاریخ اسلام کا یہ ایک اہم موڑ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ پر کفار کے ظلم وستم کی تمام حدود ختم

ہوگئیں اور صبر و برداشت کی اب کوئی آخری منزل نہ رہی تو آپ ﷺ نے نقضِ امن سے بچنے کے لئے اپنے مادرِ وطن کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیر باد کہنے کا فیصلہ فرمالیا اور خاموشی سے اذنِ الٰہی مل جانے کے بعد رختِ سفر باندھ کر مدینہ طیبہ کی طرف ھجرت فرمائی۔ مکہ دور بھی آپ ﷺ کا مشرکین عرب سے رواداری میں گزرا اور اب مدینہ طیبہ میں دیگر مذاہب یعنی اہل کتاب سے رواداری کا دور شروع ہوا اور وہاں بھی آپ ﷺ نے جاتے ہی امن وسلامتی کی غرض سے صلح اور معاہدات کا سلسلہ شروع فرمایا۔ مولانا ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں:

" عندالضرورت کافروں سے بلا معاوضہ اور مال دے کر اور مال لیکر تینوں طرح صلح جائز ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ھجرت کے بعد یہود مدینہ سے بلا معاوضہ دیئے اور لیئے معاہدہ فرمایا۔ مشرکین مکہ سے صلح حدیبیہ کے نام سے صلح فرمائی اور نصارائے نجران سے مال ٹھکرا کر صلح فرمائی اور غزوہ احزاب میں رسول اللہ ﷺ نے عینیہ بن حصن فزاری کو مدینہ کی نصف کھجوریں دے کر صلح کا ارادہ فرمایا۔ ۱۶

ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں کہ:

''عہد نبوی اور خلافت راشدہ کے بارے میں حتمی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ کسی کو جبر کے ساتھ کبھی مسلمان نہیں بنایا گیا''۔ ۱۷

عہدِ حاضر میں تصور اسلام غیر مسلموں کی نگاہوں میں:

اسلام کی اصولی اور ابدی تعلیمات کی روشنی میں یہ بات تو واضح ہے کہ اسلام کبھی غیر مسلم اقوام سے بلاوجہ تصادم کا خواہاں نہیں رہا اور نہ ہی اس نے کبھی کوئی عملی تصویر ایسی پیش کی جس کی بناء پر اس پر یہ الزام عائد کیا جاسکے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آج غیر مسلم ذھن مسلمان کے لئے جو سوچ رہا ہے اور انتہائی خطرناک سوچ ہے۔

ڈنمارک کی ملکہ اسلام کے بارے میں لکھتی ہے:

"We are being challenged by Islam these years, globally as well as locally, it is a challenge we have to take seriously. We have let this issue float about for too long because we are tolerant and lazy."

ترجمہ:

ہمیں حالیہ سالوں میں عالمی اور مقامی دونوں سطحوں پر اسلام کی طرف سے چیلنج کا سامنا ہے، اس چیلنج کو ہمیں سنجیدگی سے لینا ہوگا۔ ہم نے اس معاملے کو ایک طویل عرصہ تک نظر انداز کئے رکھا کیونکہ ہم روادار اور سست ہیں۔ ۱۸

1995ء میں نیٹو کے سیکریٹری جنرل نے صاف الفاظ میں کہا:

"اسلام کا بڑھتا ہوا عمل دخل مغرب کے لئے کم از کم کمیونزم جتنا خطرناک ہے۔ ۱۹ اسی طرح کلنٹن انتظامیہ کے ایک سینئر رکن نے اسلام کو مغرب کا عالمی حریف ٹھرایا۔ ۲۰

اسی طرح افغانستان، ایران، الجزائر اور سوڈان وغیرہ میں برسر اقتدار آنے والی اسلام پسند حکومتوں کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا اور ان کے خلاف انتہائی فوجی اقدامات تک سے گریز نہیں کیا گیا۔ بے شمار اسلام پسند تنظیموں پر بنیاد پرسے ہونے کا الزام عائد کر کے ان پر پابندیاں عائد کی گئیں، امریکہ نے جن سات ریاستوں کو دہشت گرد یا "بدی کا محور" قرار دیا ان میں پانچ مسلم ممالک ایران، عراق، شام، لیبیا اور سوڈان بھی شامل تھے۔ امریکی محکمہ دفاع کے مطابق 1980ء سے 1995ء کے دوران پندرہ برسوں میں امریکہ نے مشرق وسطیٰ میں کم از کم سترہ فوجی کاروائیاں کیں جو سب مسلمانوں کے خلاف تھیں۔ ۲۱ ۱۱ستمبر کے بعد سے مغرب خصوصاً امریکہ کا رویہ مسلمانوں کے ساتھ جارحانہ ہوتا جا رہا ہے۔ اسی طرح مسلمانوں میں بھی مغرب مخالف جزبات بڑھتے جا رہے ہیں اور مستقبل کے لئے ہمارے سامنے ایسے نقشے پیش کر رہے ہیں جس میں مغرب اسلام کے مخالف کھڑا ہوا نظر آتا ہے اور اسلام مغرب کے۔ ۲۲

وجوہاتِ کشیدگی:

اسلام اور مغرب کی تاریخ وعقائد کا اجمالی خاکہ دونوں تہذیبوں کے درمیان پائے جانے والے تنازعات واختلافات کو بہتر طور پر واضح کرتا ہے۔لیکن سرد جنگ کے بعد دونوں تہذیبوں کے تعلقات میں کشیدگی بڑھنے کی ایک بڑی وجہ مسلم معاشروں میں لوگوں کا اپنی تہذیب واقدار کی طرف پلٹنا بھی تھا۔اور مسلم معاشروں میں اس پلٹنے سے مراد اسلام کا احیاء تھا۔اس ضمن میں واضح طور پر 80 اور 90 کی دہائیوں میں اسلامی احیاء شروع ہوا۔ ہو طبقے، ہر علاقے اور پوری دنیا میں ایک لہر اٹھتی ہوئی نظر آئی۔ یہ تبدیلی ذاتی زندگی سے اجتماعی شعبوں تک میں نظر آئی۔ مراکش سے انڈونیشیا تک اور نائیجیریا سے قازقستان تک ایک ارب سے زائد مسلمانوں کی دنیا میں ہر طرف اس کے اثرات دیکھے اور محسوس کئے گئے۔اس سلسلے میں ان ممالک میں یہ احیاء زیادہ شدت سے نظر آیا جو کبھی زیادہ مغرب نواز یا مغرب سے زیادہ قریب تصور کئے جاتے تھے۔ جیسے ترکی، پاکستان، ایران، یمن، الجزائر، سوڈان، سعودی عرب اور انڈونیشیا وغیرہ۔

لوگوں کے بڑے بڑے ہجوم مساجد میں نظر آنے لگے، شرعی داڑھیاں رکھنے اور حجاب کا استعمال بڑھ گیا۔ بازاروں میں ایسی کتابیں، میگزین، کیسٹس اور سی ڈیز نظر آنے لگیں جن میں اسلامی تاریخ، عقائد وتصورات اور اسلامی طرزِ حیات کی اہمیت اجاگر کی گئی۔ ٹیلی ویژن کی کمپیئرز سے لے کر ماڈرن ترین شاپنگ مالز تک جتنی عام دوپٹوں میں عورتیں اور مغربی انداز میں مرد نظر آئے ان کے برابر ہی حجاب والی خواتین اور باریش حضرات بھی نظر آنا شروع ہوگئے۔ ایمسٹرڈم جیسے آزاد خیال شہر سے لے کر پیرس کے فیشن زدہ علاقوں تک حجاب عام ہوگیا۔

قیام پاکستان کے وقت یہاں صرف 245 دینی مدارس تھے جو 1960ء میں 464 ہوگئے پھر ایوب اور بھٹو کے دور حکومت میں ان کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہوا اور یہ تعداد 6761 تک پہنچ گئی۔۲۳ اور میرے سماع کے مطابق تقریباً 14000 مدارس اس وقت پاکستان میں صرف وفاق المدارس کے تحت رجسٹرڈ ہیں۔ بقیہ وفاقھائے مدارس کی تعداد اس کے علاوہ ہے اور رواں سال کے رمضان میں ایک سروے رپورٹ میں یہ انکشاف ہوا ہے کہ پورے پاکستان میں تقریباً ستر لاکھ حفاظ

کرام موجود ہیں۔

دینی تعلیم سے لگاؤ کی یہی کیفیت کم وبیش دوسرے مسلمان ممالک میں بھی دیکھنے میں آئی۔غرض 90 کی دہائی کے وسط تک غالب اکثریت میں مسلمان آبادی والا ہر ملک پندرہ سال کے مقابلے میں زیادہ اسلامی اور ثقافتی وسیاسی اعتبار سے زیادہ اسلام پسند ہو چکا تھا۔۲۴

اسلامی دنیامیں مغرب مخالف رجحانات بڑھنے کی وجوہات:

اسلامی دنیامیں مغرب مخالف رجحانات بڑھنے کی ایک بڑی وجہ مغرب کا عالمی سیاست میں دہرا اور منافقانہ رویہ بھی رہا ہے۔مغرب کے فلسفے کے مطابق جمہوریت کو فروغ دینا مگر بنیاد پرست اقتدار میں آجائیں تو نہیں۔وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کے عدم پھیلاؤ کی تبلیغ پاکستان، ایران وشام وغیرہ کے لئے کی جاتی ہے۔مگر اسرائیل کے لئے نہیں۔تیل کے مالک کویتیوں کے خلاف جارحیت کو پوری طاقت سے دبایا جاتا ہے لیکن تیل سے محروم بوسنیائیوں کے خلاف نہیں۔مغرب کی طرف سے مسلمان ممالک اور عوام کے خلاف کئے گئے اقدامات یا اسلام کے احیاء کو روکنے کی کوئی بھی شکل رہی ہو مگر ان تمام اقدامات کا جو واضح نتیجہ نکلتا ہوا دیکھا گیا وہ تھا "مسلم عوام کا مغرب مخالفت میں مزید اضافہ "۲۵

اس کے ساتھ ہی ۱۱ ستمبر کے واقعات نے کھل کر دونوں تہذیبوں کے مابین تعلقات کی سطح کو عملاً ایک "جزوی تہذیبی تصادم" کی شکل دیدی امریکہ نے فوری طور پر ان حملوں کا الزام مبینہ القاعدہ نامی مسلم تنظیم پر لگا کر اس وقت کی افغان حکومت کو اکتوبر 2001ء میں اس کی سرپرستی کے الزام میں اپنے حملوں کا نشانہ بنایا نیز اس جنگ کو دہشت گردی کے خلاف جنگ قرار دے کر اس کا دائرہ پوری دنیا تک پھیلایا۔ان حملوں میں ملوث ہونے کے شک میں دنیا بھر سے مسلمانوں کو گرفتار کیا گیا۔امریکی کانگریس کمیٹی جولائی 2003ء کی رپورٹ کے مطابق سعودی عرب حکومت کو بھی ان حملوں کا ذمہ دار کہا گیا جس پر او۔آئی۔سی اور عرب لیگ وغیرہ تک نے امریکی رویے کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا اور اس الزام کو مسترد کر دیا۔۲۶

نیز مسلمانوں کے لئے دنیا بھر میں امیگریشن و ویزا قوانین کو انتہائی سخت کر دیا گیا۔۔۔کئی اسلام پسند تنظیموں اور اداروں کو ۱۱ ستمبر کے بعد دہشتگرد تنظیموں کی فہرست میں شامل کر دیا گیا۔ان کے کارکنوں کو گرفتار کر کے ان کے اثاثے منجمد کر دیئے گئے۔

مغرب کا طرز عمل اور مسلم معاشروں کا ردعمل:

مغرب کے اس جارحانہ رویے کے خلاف اسلامی دنیا میں بھی شدید ردّ عمل دیکھنے میں آیا۔۱۱ ستمبر کے حملوں کی ذمہ داری اگرچہ کسی مسلم تنظیم نے قبول نہ کی مگر مسلم معاشروں میں عوامی سطح پر اسے امریکی اقدامات کا ردّعمل کہا گیا اور ملے جلے تاثرات کا اظہار کیا گیا نیز ان واقعات کے بعد جو رویہ مغرب نے مسلمانوں کے ساتھ اپنایا اس کے جواب میں پوری دنیا میں عمومی طور پر امریکہ و مغرب مخالف لہر اٹھتی ہوئی نظر آئی۔عرب و بیشتر مسلم مملک میں عوامی سطح پر ہر انداز سے احتجاج کیا گیا۔عوامی سطح پر نفرت کے اظہار کے طور پر احتجاج کا ایک نیا انداز دیکھنے میں آیا۔لوگوں نے امریکی و مغربی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا۔عرب ممالک کے باشندوں نے اپنے سرمائے کا قابل ذکر حصہ امریکہ سے نکال کر متبادل جگہوں پر منتقل کرنا شروع کر دیا۔کھلم کھلا ریلیوں، جلسے اور جلوسوں میں امریکہ و مغرب سے نفرت کا اظہار کیا جانے لگا۔احتجاج کا یہ انداز تو پر امن تھا لیکن دوسرا انداز اس سے کہیں زیادہ تباہ کن تھا۔افغانستان پر جنگ مسلط ہونے کے بعد سے تا حال مغربی اہداف و شہریوں کو مسلح حملوں کا نشانہ بنایا جانے لگا۔اس کے نتیجے میں مغربی سفارتی عملے اور مشنری کی سرگرمیاں مسلم ممالک میں محدود ہو کر رہ گئیں اور مغربی باشندوں کا بڑی تعداد میں انخلاء دیکھنے میں آیا۔مراکش کا سابلانکا، پاکستان، انڈونیشیا، سعودی عرب، ترکی، عراق اور افغانستان وغیرہ ہر جگہ مغربی اہداف پر حملے اور بم دھماکے روز کا معمول نظر آنے لگے۔مسلم دنیا میں پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا کے ذریعے سے بھی جس شدت سے مغربی جارحانہ اقدامات کی مخالفت کی گئی اس کی مثال دونوں تہذیبوں کے تعلقات کی تاریخ میں نظر نہیں آتی۔غرض عمل اور ردّعمل کی اس صورت حال نے دونوں تہذیبوں کے درمیان ایک خلیج پیدا کر دی ہے۔جو گزرتے وقت کے ساتھ بڑھتی چلی جارہی ہے اور اس صورت حال کو دونوں

تہذیبوں کے درمیان جزوی تصادم سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ ۲۷

بین المذاہب رواداری، برداشت اور مکالمے کی ضرورت:

1992ء میں سوویت یونین اور سرد جنگ کے خاتمے کے بعد امریکی محکمہ خارجہ کے فرانسس فوکویاما نے یہ دلیل پیش کی تھی کہ کمیونزم کے خاتمے کے بعد سرمایہ داری پر مبنی لبرل سوسائٹیاں بھی انسانی تاریخ کے صفحات سے غائب ہو جائیں گی۔ انہوں نے پیش گوئی بھی کی تھی کہ اب مبینہ طور پر دنیا کے ایک بڑے مذہب کی حیثیت سے اسلام کے دن گنے جا چکے ہیں اور یہ مذہب بھی اپنے خاتمے کی جانب گامزن ہے۔ فوکویاما کی اس پیشگوئی کے فوراً بعد ہارڈورڈ یونیورسٹی کے ایک اسکالر سموئیل پی ہنگٹن نے اپنی کتاب "تہذیبوں کا تصادم اور عالمی نظام کی تشکیل نو" میں اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے اپنی کتاب میں کہا کہ مستقبل کی جنگیں مختلف ملکوں اور قوموں کے درمیان نہیں لڑی جائیں گی۔ یہ جنگیں مختلف تہذیبوں کے مابین ہوں گی۔ انہوں نے خبردار کیا کہ صرف چینی اور اسلامی تہذیبیں ہی مغرب کے لئے خطرہ ہیں۔ انہوں نے اس سلسلے میں اس خیال کا بھی اظہار کیا کہ انڈونیشیا سے مراکش تک پھیلی ہوئی اسلامی دنیا ترقی پزیر، بے شمار مسائل سے دوچار اور غیر مستحکم ہے۔ غیر مستحکم عالم اسلام مغرب کے لئے کسی اجتماعی خطرے کا باعث نہیں ہے۔ عالم اسلام سے اصل خطرہ اس کی بڑھتی ہوئی آبادی سے ہے۔ اس آبادی کا بڑا حصہ نوجوان نسل پر مشتمل ہے۔ بشپ آف لندن ریورنڈ رچرڈ نے چند ہفتے قبل کیمپس فوریا کیتھڈرل میں اپنے ایک خطبے میں کہا کہ "اب یہ بہت ضروری ہو گیا ہے کہ ہمارے ملک میں مہلک اور مددگار مذہب کے مابین امتیاز کیا جائے۔" اور ایسی راہیں تلاش کی جائیں کہ جن سے نوجوان کسی "مہلک مذہب" کے بجائے "مددگار" مذہب کی جانب راغب ہوں. عالم اسلام کی جانب سے ممتاز اسکالر پروفیسر اکبر ایس احمد نے معاشرتی تعلقات میں موجود عدم توازن کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اس کی وجہ عالمگیریت کے رجحانات اور بین الاقوامی سیاست ہے۔ ممتاز اسکالر ھیلی ڈے نے اس صورتحال کو ان الفاظ میں سمجھنے کی کوشش کی: عوامی مباحث کے دوران اسلام اور مغرب کے تعلقات سے زیادہ متنازعہ موضع

دور حاضر میں کوئی نہیں رہا۔اس بحث کے نتیجے میں باہمی اعتماد میں کمی ہوئی ہے اور دنیا میں عدم استحکام پیدا ہوا ہے۔۲۸؎ 1945ء کے بعد جب امریکی سامراجیت کا آغاز ہوا امریکہ کے سامنے دو ھدف تھے جن میں سے ایک اشتراکیت تھا۔جس کا خاتمہ امریکہ کی اولین ترجیح قرار پایا۔اس محاذ کو بڑی حد تک ختم کرنے کے بعد امریکہ کی توجہ دوسرے محاذ کی طرف ہوگئی جو اسلام اور امت مسلمہ کا محاذ ہے۔ ھنری کسنجر کے بقول: سوویت یونین کے مقابلے میں یہ کہیں بڑی آزمائش اور سنگین چیلنج ہے۔امریکہ کے خیال میں اسلام کے مقابلے میں بھارت کی تہذیب دو باتوں میں ممتاز ہے۔اول بھارت روادار بھی ہے اور اعتدال پسند بھی۔دوم بھارتی حکمت عملی کے ماہرین طاقت کے استعمال کو پہلی ترجیح نہیں سمجھتے جبکہ اسلامی دہشت گرد رواداری اور اعتدال کے بجائے طاقت پر یقین رکھتے ہیں اور جہاد کے زور پر امریکہ اور مغرب کو زیر کرنا چاہتے ہیں۔عالمی سطح پر امریکہ کو جن عناصر سے مقابلہ کرنا پڑا ہے وہ اسلامی رجحانات اور اسلامی تعلیمات سے وابستہ ہیں۔۲۹؎

اسلام اور مسلمانوں کی جانب سے غلط فہمیوں کا ازالہ بین المذہب مکالمے کے ذریعے ہی ممکن ہے کیونکہ 9/11 اور 7/7 کے بعد اسلامی تعلیمات کا تصور جس طرح مسخ ہوا ہے اس کی اصلاح کرنے کے لئے مختلف مذاہب اور تہذیبوں کے مابین مکالمے کی اشد ضرورت ہے۔مسلم اسکالرز، دانشور، مفکرین کو اپنی صلاحیتیں بروئے کار لاتے ہوئے اسلام کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کرنی ہوگی۔کیونکہ اس وقت دنیا میں بدامنی اور عدم اعتماد کی جو فضاء پائی جاتی ہے اس سے تیسری عالمی جنگ کے امکانات پیدا ہوتے نظر آرہے ہیں۔عالم اسلام کے سامنے یہ سوال گردش کررہا ہے کہ کیا تیسری عالمی جنگ مسلمانوں کے خلاف ہوگی؟ عالمی طاقتوں کے رہنما بیک آواز کہہ رہے ہیں کہ موجودہ حالت ایسی پیچیدہ ہے کہ تیسری عالمی جنگ لازمی امر ہے۔ان حالات میں عالم اسلام کو اتحاد و یکجہتی کی بڑی ضرورت ہے۔مسلمان خواہ وہ کسی بھی مسلک یا فرقے سے تعلق رکھتے ہوں ان سب کو اپنے جزوی وفروعی اختلافات کو پس پشت ڈالنا ہوگا۔جیسا کہ ایک مقام پر مولانا مودودیؒ نے لکھا ہے کہ:

اسلام کوئی فرقہ پرستانہ مذہب نہیں ہے جس پر کسی نسلی فرقے کا اجارہ ہو۔بلکہ یہ ایک

آفاقی نظریہ حیات ہے جو انسانیت کی مشترکہ میراث ہے اور بلا لحاظ فرقہ وطبقہ کوئی اس پر ایمان لا کر عمل اور اپنی اصلاح وفلاح کا سامان کرسکتا ہے۔[۳۰]

ایک انتہائی نازک اور پیچیدہ صورت حال میں مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ فرقہ پرستانہ سیاست سے الگ ہو کر اور اوپر اٹھ کر اسلام کی نظریاتی دعوت ہر فرقے کے انسانوں کو عمومی طور پر دیں۔

انسان دوستی کی یہ صدائے عام اتنی بلند ہوئی اور پرکشش ثابت ہوئی کہ ہندوؤں کے مہاتما گاندھی نے اپنے مثالی وعلامتی رام راج کی تشریح عملی اور تاریخی طور پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت راشدہ کے حوالے سے کی۔[۳۱]

آج قرآن حکیم کا یہ ارشاد ہمیں جھنجوڑ رہا ہے۔

﴿و ان هذا صراطی مستقیمافاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیله﴾۔[۳۲]

ترجمہ:

یعنی بلاشبہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے پس اس کی پیروی کرو دیگر راستوں کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ راستے تم کو اس سیدھے راستے سے ٹکڑے ٹکڑے کردینگے۔

اتحاد واتفاق کے تین قرآنی اصول:

کسی جماعت کے افراد میں اتفاق ویگانگت پیدا ہونے کے لئے ان کے اندر چند بنیادی باتوں کا پایا جانا ضروری ہے ایک تو یہ کہ ان میں کوئی ایسا مشترک عقیدہ اور نظریہ ہو جس پر سب پختہ یقین رکھتے ہوں۔ دوسرے یہ کہ ان کی زندگی کے لئے ایک ایسا نصب العین ہو جس کے حق میں جدوجہد کرنا اپنا فریضہ سمجھتے ہوں۔ تیسرے یہ کہ اس نصب العین کو عملی جامہ پہنانے کے طریقہ کار اور بنیادی اصول میں سب کا اتفاق ہو۔ ان اساسی اصول کو ایک ہی ساتھ قرآن کریم میں بالترتیب بیان

کیا ہے ﴿یاایھا الذین آمنوا اتقواالله حق تقاته﴾۔ ۳۳؎

ترجمہ:

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہیے۔

یہ آیت "اتفاق واتحاد" کے اولین اساسی اصول کی طرف اشارہ ہے یعنی مسلمانوں کو عقیدہ توحید وایمان باللہ پر ایسا کامل و پختہ یقین واذعان ہونا چاہیے کہ ان کا دل و دماغ تقویٰ الٰہی سے معمور ہو جائے۔

عقیدے کی پختگی کے بعد درجہ آتا ہے زندگی کے نصب العین کا تو اس کے لئے فرمایا:

﴿ولا تموتن الا و انتم مسلمون﴾۔ ۳۴؎

ترجمہ:

یعنی اور تمھاری موت واقع نہ ہو مگر ایسے حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

یعنی اسلام کا نظام حیات ہی مسلمانوں کا واحد نصب العین ہے۔ اسی کے لئے اور اسی کے مطابق اپنی شخصی اور اجتماعی زندگی آخر دم تک گزارنا چاہیے۔

نصب العین کے تعیین کے بعد موقع آتا ہے اس کے طریق کار اور ضابطہ جاننے کا، تو فرمایا﴿ واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا﴾۔ ۳۵؎

ترجمہ:

یعنی اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مظبوط پکڑ واور تفرقہ نہ ڈالو۔

یہاں (حبل اللہ، اللہ کی رسی) سے مراد قرآن کریم ہے یعنی تم سب مل کر قرآن کو مضبوطی سے تھامے رہو، یہی تمہارے نصب العین کا دستور العمل ہے۔ اس دستور سے ہٹ جاؤ گے تو نہ تمہارا نصب العین محفوظ رہ سکتا ہے اور نہ تمہارا عقیدہ تم کو منزل مقصود تک پہنچا سکتا ہے۔ ۳۶؎

قرآن حکیم کی ان ہی تعلیمات کا اثر تھا کہ ہمارے اسلاف اور خود پیغمبر اسلام ﷺ نے باہمی اخوت و ہمدردی کی ایسی بناڈالی کہ جس کی وجہ سے مسلم معاشرہ باہم تو کجا غیر مسلم کے ساتھ بھی تفرقہ یا تعصب کا نہیں سوچ سکتا تھا۔

ڈاکٹر حمید اللہؒ لکھتے ہیں:

> قرآن میں عجیب و غریب اصول ملتا ہے کہ ہر مذہبی کمیونٹی کو کامل داخلی خود مختاری دی جائے حتی کہ نہ صرف عقائد کی آزادی ہو اور اپنی عبادت وہ اپنے طرز پر کرسکیں بلکہ اپنے ہی قانون، اپنے ہی ججوں کے ذریعے سے اپنے مقدمات کا فیصلہ بھی کرائیں۔ کامل داخلی خود مختاری کا قرآن کی کئی آیتوں میں ذکر ہے۔ جن میں سے ایک آیت بہت ہی واضح ہے۔ ﴿**وليحكم اهل الانجيل بما انزل الله فيه**﴾[٣٧] یعنی انجیل والوں کو چاہیے کہ اس چیز کے مطابق احکام دیا کریں جو اللہ نے انجیل میں نازل کی ہے۔ ان احکام کے تحت عہد نبوی ہی میں قومی خود مختاری ساری آبادی کے ہر ہر گروہ کو مل گئی تھی۔[٣٨] مزید لکھتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد پہلی مرتبہ مسلمانوں میں حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں خانہ جنگی ہوئی۔ پھر اس کے بعد بارہا خانہ جنگیاں ہوتی رہیں۔ کسی بھی مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی کے زمانے میں غیر مسلم رعایا نے کبھی بغاوت نہیں کی کسی موقع سے فائدہ اٹھا کر مسلمان حکومت سے غداری یا بغاوت کا خیال انہیں کبھی پیدا نہیں ہوا حتی کہ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں جب قیصر روم نے پیام بھیجے اور اسلامی ممالک کی عیسائی رعایا سے کہا کہ موقع ہے کہ تم بغاوت کرو۔ میں بھی اس وقت مسلمانوں پر حملہ کروں گا اور ان مشترکہ دشمنوں سے ہم نجات پائیں گے۔

اس ابتدائی زمانے سے لے کر کروسیڈز (صلیبی جنگوں) تک جب کبھی ایسے مطالبے کسی پوپ نے یا کسی عیسائی حکمران نے کیئے تو مسلمانوں کی عیسائی رعایا کا جواب یہ ہوتا تھا کہ ہم ان کافر حکمرانوں (مسلمانوں) کو تم جیسے ہم مذہب حکمرانوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمان

کبھی غیر مسلموں پر اسلام لانے کے لئے جبر نہیں کرتے تھے اوران کو مذہبی وقومی معاملات پر پوری آزادی وخودمختاری دیتے تھے حتی کہ ان کے مذہبی اداروں کی مدد بھی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانے کی ایک معتبر شہادت موجود ہے جس کی اصلی دستاویز بھی آج تک محفوظ ہے۔ ایک عیسائی اپنے بعض ہم مذہبوں کو جو دوسرے شہر (ملک) کے تھے یہ خوش خبری پہنچاتا ہے کہ آجکل ایک نئی قوم ہماری حاکم بن گئی ہے۔ لیکن وہ ہم پر ظلم نہیں کرتی، اس کے برخلاف وہ ہمارے گرجاؤں اور ہمارے راہب خانوں (Convents) کی مالی مدد بھی کرتی ہے۔ ۳۹

درحقیقت دنیا کے کسی مذہب، دین یا مسلک کی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے تو وہ دنیا میں امن وامان، بھائی چارہ ورواداری کا داعی ہے۔ چاہے اس مذہب کی نمائندگی حضرت موسیٰؑ یا حضرت عیسیٰؑ کے نام سے ہو یا محمد ﷺ، یا رام وکرشنا کے نام سے ہو، یا گرونانک، زرتشت اور مہاتما بدھ کے نام سے، تمام مذاہب ہنگامہ آرائی، تصادم اور بے گناہوں کے قتل کے خلاف ہیں۔ لیکن تعصب ونفرت باہمی عدم اعتماد نے لوگوں کو انسانی اقدار سے بہت نیچے گرادیا اور ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنادیا۔ اپنے مفادات کے حصول کے لئے مسلمانوں کو تفرقے کی جنگ میں جھونک دیا ہے۔

جنگ اخبار کے ایک کالم کے مطابق سابق امریکی وزیر دفاع رمز فیلڈ نے صدر بش کو روز روز کی جھڑپوں امریکی افواج کو نقصانات سے بچانے کے لئے اپنی دانست میں بڑا صائب مشورہ دیا تھا کہ عراق کو تین حصوں میں تقسیم کردیا جائے یعنی سنی، شیعہ اور کرد۔۔۔ عراق میں امریکی پالیسی سازوں کا منصوبہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہاں کرد، شیعہ، سنی اختلافات کو ہوا دے کر فسادات کرائے جائیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان فسادات کی آڑ میں امریکہ سعودی عرب کو کسی نئی الجھن سے دوچار کردے۔ واضح رہے کہ سعودی عرب عراق کے خلاف خلیج کی پہلی جنگ میں الجھنے کے باعث امریکہ کا مقروض ہوگیا تھا۔ اب وہ حکمرانوں کی دانش مندی کے باعث اپنے تمام قرضوں سے نجات پاچکا ہے۔ اس لئے اسے پھر تابع فرمان کرنے کے لئے امریکہ کچھ بھی کرسکتا ہے۔ اگر وہ کسی بھی امریکی سازش میں الجھ گیا تو اس سے پوری مسلم امہ متاثر ہوگی۔ سعودی عرب کو مسلمانوں کے مقامات مقدسہ کی وجہ سے جو حیثیت حاصل ہے اس کی وجہ سے تمام مسلم امہ کا بے چین اور مضطرب ہونا ایک یقینی سی بات ہے۔ یقیناً یہ وقت مسلم امہ کے لئے بڑا

نازک اوراہم ہے۔[۴۰]

اس موقع پر میں علمائے شیعہ سے اتحاد بین المسلمین کے حوالے سے اس بات پر زور دینا چاہوں گا کہ آپ علماء حضرات کا جو مقام آپ کے مسلک کے لحاظ سے ہے جیسا کہ امام باقرؑ ارشاد فرماتے ہیں:"جو ہمارے حلال کو حلال وحرام کا جانتے ہیں اور ہمارے احکام کو پہچانتے ہیں اور ہماری روایتوں کو بیان کرتے ہیں، تم ان کے فیصلوں پر راضی رہو، ہم نے انہیں تم پر حاکم مقرر کیا ہے "

فارضوا به حكما فاني قد جعلته عليكم حاكما"۔[۴۱]

ترجمہ:

علماء حکم ہیں اور حاکم ہیں، تمہارا فیصلہ کرنے والے ہیں، تم پر حکم صادر کرنے والے اور فرمان جاری کرنے والے ہیں۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں: مجاری الامور بيد العلماء۔[۴۲] یعنی احکام کا جاری کرنا علماء وفقہاء کے ہاتھ میں ہے۔

اور امام حسن عسکریؑ فرماتے ہیں:۔۔۔فللعوام ان يقلدوه۔[۴۳] یعنی عوام کو چاہیے کہ عالم وفقیہ کی تقلید کرے۔

تو اس مقام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور بھی شدت کے ساتھ مسلمانوں میں اتحاد واتفاق، یگانگت ویکجہتی کی تعلیمات کو مزید اجاگر کریں اور عالمی سیاست میں باہمی تفرقے کی وجہ سے کسی بھی ممکنہ نقصان سے بچانے کی بھرپور کوشش کریں۔ یقیناً امن وسکون کے قیام کے حوالے سے شیعہ، سنی تعلیمات بالکل یکساں ہیں۔ جیسا کہ ایک شیعہ محقق جناب اکبر علی منصفی اپنے ایک موضوع "اسلامی ریاست کے مقاصد" کے تحت لکھتے ہیں:

"مملکت اسلامیہ میں جتنے بھی مذاہب کے ماننے والے ہیں ان سب کے لئے امن و امان ہے نہ ان کے دنیاوی معاملات میں رکاوٹ کی جائے گی نہ ان کے دینی عبادات

میں رکاوٹ کی جائے گی۔ان پر کسی قسم کاظلم وزیادتی اور دباؤنہیں ڈالا جاسکتا۔انہیں پوری پوری آزادی ہے۔ غیر مسلم باشندہ کو کافر ذمی اسی لئے کہتے ہیں کہ اسلامی فرمانرواں ان کی جان ومال وآبرو کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔"۴۴

حرف آخر، پوپ جان پال کی دعاء:

آخر میں، میں خیر سگالی اور بین الادیان رواداری اور اپنی غلطیوں کے اعتراف کی روایت ڈالنے کی غرض سے رومن کیتھولک عیسائیوں کی روحانی شخصیت، پوپ جان پال کی دعاء کے اقتباسات پیش کروں گا، جنہوں نے برملا اعتراف کیا، انہوں نے ایک تقریب میں جو کہ اٹلی کے ایک شہرویٹی کن سٹی میں منعقد ہوئی تھی، رب ذوالجلال کے حضور کی اور کہا۔"اے خالق کائنات گزشتہ دو ہزار سال کے عرصے میں بہت سے مراحل پر ہم نے نیکی، بھلائی اور سچائی کی خدمت کے زعم میں ظلم و زیادتی کا ارتکاب کیا۔ہم اس ظلم وزیادتی کا اعتراف کرتے ہوئے رحم کے طلبگار ہیں۔"۔۔۔ میں رومن کیتھولک عیسائیت سے تعلق رکھنے والے ہر بیٹے اور بیٹی کی طرف سے اس تباہی و بربادی کے لئے معافی کا طلبگار رہوں جو مذہب کے نام پر روا رکھی گئی۔دوسرے مذاہب سے ہونے والی زیادتیوں کا اعتراف کرتے ہوئے انہوں نے خدا سے معافی اور رحم طلب کیا، کلیسا کی طرف سے قائم کی گئی عدالتوں کا فیصلوں پر بھی انہوں نے شدید ندامت کا اظہار کیا۔ پوپ جان پال دوم نے صلیبی جنگوں کے دوران ڈھائے جانے والے مظالم پر خصوصی ندامت کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے رحم کی درخواست کی، انہوں نے رومن کیتھولک چرچ عقائد سے متصادم نظریات رکھنے والے اہل علم اور سائنسدانوں کے ساتھ چرچ کے بہیمانہ سلوک پر بھی سخت ندامت کا اظہار کیا اور انسانوں کے ساتھ محبت کرنے کی حضرت عیسیؑ نے جو تلقین کی ہے اس کی خلاف ورزی کرنے پر بھی پوپ جان پال نے بے حد شرمندگی ظاہر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی۔ بے بس، کمزور اور مجبور لوگوں پر رحم نہ کھانے کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم نے اقتدار کے نشے اور طاقت کے زعم میں کمزور لوگوں کو جو حقارت سے دیکھا اس پر بھی اے اللہ ہم تجھ سے معافی کے طلبگار ہیں۔

پوپ جان پال دوم کے بعد مختلف کارڈ نیلوں نے عیسائیت کے اتحاد کو نقصان پہنچانے، یہودیوں سے ناروا سلوک کرنے، عورتوں پر مظالم ڈھانے اور ویتنام میں انسانی حقوق کو پامال کرنے پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔[۴۵]

حوالہ جات

۱۔ سورۃ انعام آیت ۶۰:۸۔

۲۔ سورۃ انعام آیت ۱۰۸۔

۳۔ ترجمہ معارف القرآن: مفتی محمد شفیعؒ، کراچی، ادارۃ المعارف، 1978ء ص۴۱۴ ج۳۔

۴۔ ایضاً: حوالہ بالا ص۴۱۹ ج۳۔

۵۔ مختصر تفسیر ابن کثیر: حافظ عماد الدین، ابوالفداء اسماعیل بن کثیر اختصار وتحقیق محمد علی الصابونی، بیروت، دار القرآن الکریم، 1401ھ ص۶۰۷ ج۱۔

۶۔ سورہ البقرۃ آیت ۲۵۶۔

۷۔ تفسیر عثمانی: علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مطبوعہ مملکت سعودیہ عربیہ

۸۔ مختصر تفسیر ابن کثیر: حافظ ابن کثیر، محوالہ بالا، ص۲۳۱ ج۱۔

۹۔ سورہ البقرۃ آیت ۱۰۹۔

۱۰۔ سورۃ یونس آیت ۱۹۔

۱۱۔ سورۃ الکہف آیت ۲۹

۱۲۔ سیرۃ المصطفی ﷺ: مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، لاہور، مکتبہ عثمانیہ بیت الحمد جامعہ اشرفیہ، 1938ء ص۲۹۔۲۸ ج۲۔

۱۳۔ سورۃ ابراہیم آیت ۳۵۔

۱۴۔ سورۃ التین آیت ۳۔

۱۵۔ سیرت ابن ھشام ص۹ ج2

۱۶۔ سیرت المصطفیٰ: مولانا ادریس کاندھلویؒ، محولہ سابقہ ص۳۶۶ ج۲۔

۱۷۔ خطبات بہاولپور، ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی طبع ششم 1999ء ص ۳۷۰

۱۸۔ ماہنامہ الدعوۃ، محولہ سابقہ ص ۱۸۔۱۷۔

۱۹۔ سیموئیل پی ہنٹگن "تہذیبوں کا تصادم اور عالمی نظم کی تشکیل نو" کراچی، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کراچی، 1996ء ص ۲۶۸

۲۰۔ ایضاً: حوالہ بالا، ص ۲۶۸

۲۱۔ ایضاً: حوالہ بالا، ص ۲۷۰

۲۲۔ مجلّہ تحقیق معاشرتی علوم، پاکستان مجلس تحقیق برائے معاشرتی علوم شمارہ جنوری 2003ء۔۔۔جولائی 2004ء ص۲،۱۔

۲۳۔ کالم: "اتنا ہی یہ ابھریں گے جتنا کہ دبا دیں گے" اوریا مقبول جان، روزنامہ جنگ اتوار ۲۰ جولائی بحوالہ مجلّہ تحقیق معاشرتی علوم محولہ بالا ص ۱۱۰۔

۲۴۔ "Indonesia in the weak of Islam 1965-1985" ایم ناصر تماز، کوالالمپور انسٹی ٹیوٹ آف اسٹرے ٹجک اینڈ انٹرنیشنل اسٹڈیز ملائیشیا 1996ء ص ۲۸۔

۲۵۔ مجلّہ تحقیق معاشرتی علوم: محولہ سابقہ ص ۱۱۱۔

۲۶۔ ایضاً: حوالہ بالا، ص ۱۱۱۔

۲۷۔ ایضاً: حوالہ بالا، ص ۱۱۲

۲۸۔ بین المذاہب مکالمے کی ضرورت: ڈاکٹر خالد حمید، روزنامہ جنگ کراچی ۳ دسمبر 2006

۲۹۔ بھارت امریکہ تعلقات نئی محبت کے مقاصد: محمد سلیم قریشی، جنگ کراچی ۳ دسمبر 2006

۳۰۔ ماہنامہ ترجمان القرآن (اشاعت خاص) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، ادارہ ترجمان القرآن، 2004ء ص ۲۵۱۔۲۵۰

۳۱۔ ایضاً: حوالہ بالا، ص ۲۵۱

۳۲۔ سورہ الانعام آیت ۱۵۳۔

۳۳۔ سورۃ الاعراف آیت ۱۰۲

۳۴۔ سورہ آل عمران آیت ۱۰۲۔

۳۵۔ سورہ آل عمران آیت ۱۰۳۔

۳۶۔ اتحاد و اتفاق: مولانا عبید الحق جلال آباد، بزم قاسمی شمارہ جولائی، اگست 2006 ص ۱۴۔

۳۷۔ سورۃ مائدہ آیت ۴۷۔

۳۸۔ خطبات بہاولپور: ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محولہ سابقہ ص ۳۷۱

۳۹۔ ایضاً، حوالہ بالا، ص ۳۷۳۔۳۷۲

۴۰۔ امریکہ کی ناکامیاں اور مستقبل کے خطرات: مشتاق احمد قریشی، روزنامہ جنگ، ۱۰ دسمبر 2006 اتوار

۴۱۔ منتھی الامالی ص ۳۴۶، بحوالہ، مجلّہ توحید "اسلامی ریاست کے مقاصد" جناب اکبر علی منصفی، ہندوستان، 1986 اپریل، مئی ص ۱۳۷

۴۲۔ ایضاً: حوالہ بالا، ص ۱۳۸

۴۳۔ بحار الانوار ص ۸۸ ج ۲۔ تحریر الوسیلہ ص ۴ بحوالہ سابقہ، ص ۱۳۸

۴۴۔ مجلّہ توحید جون، جولائی 1986 اسلامی ریاست کے مقاصد، محولہ بالا ص ۱۶۶

۴۵۔ کتاب الکفالۃ والنفقات: ڈاکٹر عمران الحق کلیانوی، کراچی، دار الاشاعت، 2003 ص ۴۱۶ بحوالہ جنگ سنڈے میگزین ۲۶ اگست 2000ء